Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
Vol.No: 32, Issue:02. (Jul-Dec 2025) Date of Publication: 03-12-2025
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

احادیثِ نبوی ﷺ پر استشراقی تحقیقات، منہجی اصول اور فکری مباحث کا جائزہ

Orientalist Studies on Prophetic Ḥadīth, A Critical Inquiry into Methodological Principles and Intellectual Debates

Abu Tayyab Luqman
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad

Abstract:
This study critically examines the intricate landscape of Orientalist research on Prophetic ḥadīth, exploring the methodological foundations, analytical frameworks, and intellectual assumptions that have shaped Western engagements with the Islamic tradition. By tracing the evolution of historical-critical approaches, assessing skepticism toward isnād and textual transmission, and evaluating claims regarding socio-political influences on ḥadīth formation, the paper highlights both the strengths and limitations of Orientalist discourse. It further analyzes the responses of Muslim scholars who, through rigorous hadith sciences, have articulated alternative epistemic models that challenge reductive readings of the tradition. Positioned at the intersection of classical scholarship and modern academic critique, the study identifies the broader intellectual impacts of Orientalist methodologies on contemporary Muslim thought, reformist trends, and global Islamic studies. The concluding reflections outline emerging research trajectories, emphasizing interdisciplinary tools and renewed methodological balance in future ḥadīth studies.

Keywords: Orientalism, Ḥadīth Studies, Isnād Criticism, Historical-Critical Method, Islamic Intellectual History

تعارف:

زیرِ نظر مقالہ حدیثِ نبوی ﷺ پر مستشرقین کی تحقیقات، اُن کے منہجی اصولوں اور فکری مباحث کا ایک تنقیدی جائزہ ہے۔ اس تحقیق میں تاریخی تنقیدی شعور (Historical-Critical Method) کے ارتقاء، اسناد پر تشکیک اور حدیث کی تشکیل میں سماجی و سیاسی محرکات کے استشراقی دعووں کا علمی محاکمہ کیا گیا ہے۔ مقالے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ استشراقی مناہج میں اسلامی روایت کے داخلی اصولوں کو نظر انداز کرنے سے کیا علمی نقائص پیدا ہوئے۔ نیز، مسلم محققین کے علمی ردود کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے مروجہ استشراقی مفروضات کو رد کیا۔ تحقیق کے آخر میں مستقبل کے لیے نئے علمی زاویوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں ڈیجیٹل ہیومینٹیز اور مخطوطات کے جدید تجزیاتی مطالعے شامل ہیں، تاکہ حدیثی مطالعات میں ایک متوازن منہج قائم کیا جا سکے۔

منہجِ تحقیق:

اس مقالے میں موضوع کی مناسبت سے "توضیحی و تجزیاتی طریقہ تحقیق" (Descriptive and Analytical Method) اختیار کیا گیا ہے۔ مستشرقین کے اعتراضات کو سمجھنے کے لیے اُن کی اصل تحریروں اور بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے، جبکہ اُن کے دعاوی کے جائزے کے لیے مسلم محدثین کے اصولِ نقد اور جرح و تعدیل کے معیارات کو بطور کسوٹی استعمال کیا گیا ہے۔

احادیثِ نبویؐ کے مطالعے پر استشراقی تحقیقات نے جس ہمہ جہتی فکری فضا کو جنم دیا، وہ اسلامی روایت کے موروثی علمی نظام کے لیے ایک نیا چیلنج بھی بنی اور مکالمے کا ایک وسیع دروازہ بھی کھول گئی۔ مستشرقین نے حدیث کی تشکیل، تدوین، اسناد کے تاریخی تسلسل، اور متن کے سماجی و سیاسی عوامل جیسے پہلوؤں کو تاریخی تنقید کے زاویے سے پرکھنے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں متعدد ایسے مفروضات سامنے آئے جنھوں نے مسلم علمی روایت کو از سرِ نو اپنی علمی بنیادوں کا تنقیدی جائزہ لینے پر مجبور کیا۔ روایت کے داخلی اصولوں—جرح و تعدیل، اتصالِ سند، ضبطِ متن—کو جدید اکیڈمک مباحث کے ساتھ برابری کی سطح پر پیش کرنے کا رجحان بھی اسی کشاکش سے پیدا ہوا۔ اس مطالعاتی تحریک نے نہ صرف مغربی جامعات میں حدیثی مناہج کی تشکیلِ نو کی بلکہ مسلم معاشروں میں بھی جدیدیت پسند قرأت، فکری تجدید، اور روایت پر از سرِ نو غور کے متعدد رجحانات کو مہمیز دی۔ یوں استشراقی تحقیق محض خارجی تنقید کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسے فکری مکالمے کے طور پر سامنے آتی ہے جس نے اسلامی علمیات کی کلاسیکی بنیادوں کو سوال اور تحقیق دونوں کی سطح پر نئی معنویت بخشی۔

مبحث اوّل: استشراقی مطالعۂ حدیث، تاریخی پس منظر اور ابتدائی رجحانات

اس مبحث میں حدیثِ نبویؐ پر استشراقی تنقید کے آغاز، اس کے فکری ابہامات، اور علمی محرکات کا وہ سلسلہ مترشح ہوتا ہے جو اُنیسویں صدی کے اواخر سے بیسویں صدی کے ربعِ اوّل تک مغربی علمی دنیا میں ایک مستقل روایت کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اسلامی مصادرِ روایت تک مستشرقین کی رسائی محض علمی جستجو کا نتیجہ نہ تھی؛ اس کے پسِ منظر میں نوآبادیاتی مطالعہ، مشرقی ادیان کی تدوینِ نو، اور علمی تاریخ کو مغربی معیارات کے مطابق از سرِ نو مرتب کرنے کی خواہش کارفرما تھی۔ چنانچہ جب یورپی محققین کو عربی مخطوطات، حدیثی مجموعات، اور آثارِ سلف تک راہ ملی تو ان کے ذہنوں میں قدیم نصوص کو محض بشری تجربات کے ارتقائی ماحول میں سمجھنے کا داعیہ موجزن تھا۔

اسی تناظر میں ابتدائی مستشرقین نے قرآن اور حدیث کے باہمی ربط کو ایک غیر ہم آہنگ تعلق کے طور پر پیش کرنے کی سعی کی۔ ایگناس گولڈزیہر نے اپنے مباحث میں لکھا،

> "The traditions attributed to Muhammad must be studied in the light of the religious and social forces of the first Islamic centuries."[1]
>
> "محمدؐ سے منسوب روایات کا مطالعہ ضروری ہے کہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی صدیوں کی مذہبی اور سماجی تحریکوں کے تناظر میں ہو۔"

یہ نظریہ اس تصور پر قائم تھا کہ حدیث ایک جامد الہامی تعامل نہیں، بلکہ مختلف تاریخی ضرورتوں اور فکری دباؤ کے زیرِ اثر صورت پذیر ہونے والا ادبی ذخیرہ ہے۔ اسی زاویے سے وہ قرآن کو اصل اور حدیث کو اس کے ساتھ ثانوی، بعد از وقت تشکیل پانے والے متنی شواہد قرار دیتے ہیں۔ اس تعبیر نے مغربی علمی فضا میں یہ مفروضہ راسخ کیا کہ قرآن اور حدیث کا تعلق استنادی نہیں، بلکہ زمانی و تہذیبی عوامل کا محتاج ہے؛ ایک ایسا مقدمہ جس کی بنیاد مسلم روایتِ حدیث کی داخلی استنادی کڑیوں کو نظر انداز کرنے پر رکھی گئی۔

تدوینِ حدیث کے تاریخی ادوار بھی استشراقی تصورات کی زد میں آئے۔ بعض یورپی اہلِ قلم نے اس پورے عمل کو ایک ایسے تہذیبی ارتقاء کے طور پر دیکھا جس میں مستند اور غیر مستند کا امتیاز محض بعد کی صدیوں کی علمی ترتیب کا نتیجہ تھا۔ مرگولیتھ نے ایک مقام پر لکھا،

> "The collection of the Prophet's sayings was a process that reached completion only when political and legal needs required a fixed body of traditions."[2]

"نبیؐ کے اقوال کی تدوین کا عمل اس وقت تک مکمل نہ ہوا جب تک سیاسی و قانونی ضرورتوں نے ایک معیاری مجموعۂ روایات کے قیام کا مطالبہ نہ کیا۔"

یہ تعبیر تدوینِ حدیث کی اصل روح، یعنی ضبطِ روایت، اسناد کی حفاظت، اور حفاظِ حدیث کے غیر معمولی مناہج کو ثانوی حیثیت میں دھکیل دیتی ہے۔ مستشرقین کے ہاں تاریخ کو علاحدہ، سماج کو علاحدہ، اور روایت کو علاحدہ خانوں میں رکھ کر تجزیہ کرنے کا طریق وہی تھا جس نے اسلامی علوم کے عضویاتی ربط کو بکھیر کر ایک نئے نقدی سانچے میں رکھ دیا۔

مسلم محدّثین کے مقابلے میں استشراقی مناہج نقد کا ظہور اسی ذہنی ترتیب کا نتیجہ تھا۔ حدیثی اصول، جرح و تعدیل، اتصالِ سند، ضبط و عدالت، کو علمی روایت کے بجائے "سماجی تشکیل" کے مظاہر سے تعبیر کیا گیا، اور اسناد کو تاریخی شواہد کے بجائے بعد کے فقہی مناظرات کے اثرات کا عکاس قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ گولڈ زیہر نے ایک مقام پر بعض فقہی احادیث کے بارے میں دعویٰ کیا،

> "Many traditions reflect the doctrinal struggles of later schools rather than the Prophet's own teaching."[3]

"کئی روایات دراصل بعد کے فقہی مکاتب کے doctrinal مناظرات کی آئینہ دار ہیں، نہ کہ خود نبیؐ کی تعلیمات کی۔"

ایسے دعووں نے مغربی علمی دنیا میں حدیث کے تاریخی استناد کو کمزور دکھانے کے لئے ایک خاص بیانیہ تشکیل دیا، جسے بعد میں نکلسن اور دیگر محققین نے مزید وسعت دی۔ نکلسن نے اسلامی فکریات اور حدیث کے باہمی تعلق پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا،

> "The Hadith literature bears marks of a gradual intellectual development, shaped by the piety and politics of early Islam."[4]

"حدیثی ذخیرہ ایک تدریجی فکری ارتقاء کے آثار رکھتا ہے جو ابتدائی اسلامی عہد کی دینداری اور سیاست دونوں سے متاثر ہوا۔"

ان اقتباسات میں نمایاں ہے کہ استشراقی نقد کا بنیادی زاویہ نظام حدیث کو اس کے اپنے علمی و اصولی ماحول میں نہیں دیکھتا، بلکہ اسے سیاسی تاریخ، سماجی جدلیات اور ادبی ارتقاء کے سانچے میں پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ نتیجتاً وہ وہی نتائج اخذ کرتا ہے جو اس کے بنائے ہوئے تاریخی مقدمات کے مطابق ہوں۔

معاصر مسلم مفکرین نے اس اسلوب کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی ہے۔ مثلاً مصطفیٰ السباعی نے گولڈ زیہر کے تاریخی اعتراضات کا محاکمہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ اسناد کا داخلی نظم، حفاظِ حدیث کے سخت معیار، اور صدیوں پر محیط علمی روایت اس تمام تشکیکی تعبیر کی تردید کرتی ہے۔ محمد مصطفیٰ الاعظمی نے بھی اپنے تحقیقی تجزیات میں یہ دکھایا کہ حدیث کا ارتقائی نظریہ خود مغربی محققین کے قائم کردہ تاریخی شواہد سے متصادم ہے، اور بہت سے وہ دعوے جنہیں بعد کے مستشرقین نے "مسلمات" کے طور پر پیش کیا، اصل مصادر میں ان کی کوئی بنیاد موجود نہیں۔

یوں اس مبحث میں یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ استشراقی مطالعۂ حدیث اپنی نوعیت میں تاریخی، سماجی اور ادبی مناہج کا مرکب ہے، مگر چونکہ یہ اسلامی روایت کے اندرونی اصولی ڈھانچے سے فاصلہ برقرار رکھتا ہے، اس لیے اس کے نتائج میں وہ خلل نمایاں ہے جو داخلی اصول اور بیرونی تصورات کے تصادم سے پیدا ہوتا ہے۔

مبحث دوم: استشراقی مناہجِ نقدِ حدیث، اصول، طریقِ کار، اور علمی بنیادیں

اس مبحث میں استشراقی نقدِ حدیث کے منہجی ڈھانچے کا وہ تنوع اور فکری پس منظر سامنے آتا ہے جس نے مغربی تحقیق میں حدیثی ذخیرے کے علمی مقام کو نئے سوالات کی زد میں رکھا۔ تاریخی-تنقیدی طریقہ، اسناد پر تشکیکی رویہ، متنی و لسانی مباحث، اور حدیث کے ارتقائی نظریات، یہ سب مل کر ایک ایسا نقدی سانچہ تشکیل دیتے ہیں جس کا مقصد روایت کو اس کے داخلی اصولوں کے بجائے بیرونی علمی معیارات کے مطابق پرکھنا ہے۔ اس پورے طرزِ فکر میں مسلم روایت کے اپنے قائم کردہ مناہجِ توثیق و تحقیق سے گریز نمایاں ہے، اور یہی گریز استشراقی نتائج کی جہت متعین کرتا ہے۔

تاریخی-تنقیدی طریقے (Historical-Critical Method) کا اطلاق حدیثی متون پر اس نظریے سے کیا گیا کہ قدیم روایات کو ان کے زمانی، سماجی اور سیاسی تناظر کے بغیر معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ گولڈزیہر نے اس طریق کو واضح کرتے ہوئے لکھا،

> "The traditions cannot be accepted at face value; they must be dissected within the historical forces that shaped them."[5]
>
> "روایات کو ان کے ظاہر پر قبول نہیں کیا جا سکتا؛ ضروری ہے کہ انہیں اُن تاریخی عوامل کے تناظر میں کھولا جائے جنہوں نے انہیں تشکیل دیا۔"

اس کے نتیجے میں روایت کی داخلی شہادتیں کم اہم اور بیرونی تاریخی اندازے زیادہ معتبر ٹھہرے۔ یہی منہجی ترجیح وہ اساس ہے جس پر بعد کے محققین نے حدیث کو ایک ارتقائی ادبی مجموعہ قرار دینے کی کوشش کی۔

اسی تناظر میں اسناد اور رجال کے باب میں استشراقی Skepticism نے ایک مستقل لَے قائم کی۔ جوزف شاخت نے دعویٰ کیا کہ،

> "The isnād system is a later device, projected backwards to give authority to legal doctrines already in circulation."[6]
>
> "اسناد کا پورا نظام ایک بعد از وقت وضع شدہ آلہ ہے جسے مروجہ فقہی آراء کو سابقیت اور اتھارٹی دینے کے لیے ماضی پر منسوب کیا گیا۔"

یہ تصور اس حقیقت کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے کہ جرح و تعدیل، اتصالِ سند، اور ضبطِ روایت جیسے اصول اسلام کی ابتدائی صدیوں ہی میں بالاستناد وجود رکھتے تھے۔ اس تشکیکی منہج نے روایت کے پورے اسنادی نظام کو سیاسی و فقہی تعمیرات کا تابع سمجھنے کی بنیاد رکھی، جسے بعد کے کئی مستشرقین نے مزید وسعت دی۔

متنِ حدیث کے لسانی، ادبی اور بین النصوصی تجزیات بھی اسی تشکیکی مفروضے کے زیرِ اثر مرتب ہوتے ہیں۔ آرتھر جفری نے ایک مقام پر قرآن اور حدیث کی لغوی مماثلتوں کو "ادبی تبادلوں" کے چشمے سے دیکھتے ہوئے کہا،

> "Many expressions in the Hadith emerge from earlier linguistic layers, reflecting literary interactions rather than prophetic utterance."[7]
>
> "حدیث کے کئی تعبیرات سابقہ لسانی ادوار سے نکلتی دکھائی دیتی ہیں، جو نبوی قول کے بجائے ادبی تعاملات کی غمازی کرتی ہیں۔"

یہ طرزِ فکر متن کو سند کے ساتھ مربوط اکائی کے طور پر نہیں دیکھتا، بلکہ اسے ایک ادبی مظہر سمجھتا ہے جس پر تہذیبی زبانوں اور ثقافتی گفت و شنید کے آثار تلاش کیے جائیں۔

حدیث کی تدوین کو "فکری ارتقاء" کا نتیجہ قرار دینے والی تعبیرات میں گولڈزیہر کے بعد شاخت اور پھر یُوئن بُل کی آراء سب سے زیادہ اثر انگیز رہیں۔ یُوئن بُل نے روایت کے ارتقائی تصور کو مزید باریک سطح پر بیان کیا،

> "The growth of Hadith is a cumulative process, each generation reshaping the material according to its intellectual climate."[8]
>
> "حدیث کا ارتقاء ایک تدریجی انبار کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں ہر نسل اپنا فکری ماحول سامنے رکھتے ہوئے مواد کو نئی صورت دیتی گئی۔"

یہ تعبیر حدیث کی ابتدا کو وحی اور نبوی تعلیم کے مستند سرچشمے کے بجائے ایک 'communal editing process' بنا دیتی ہے، جو خود اپنے اندر تاریخی شواہد کی سطحِ استناد سے متصادم ہے۔

اسی ترتیب میں حدیثی ذخیرے کے سیاسی و فقہی تعصبات سے متاثر ہونے کا استشراقی دعویٰ بھی ابھرتا ہے۔ مرگولیتھ نے اپنے مباحث میں لکھا،

> "The Hadith corpus contains layers shaped by political controversies, each side forging traditions to legitimize its stance."[9]
>
> "حدیثی ذخیرے میں ایسے تہہ در تہہ عناصر موجود ہیں جنہیں سیاسی تنازعات نے صورت دی، اور ہر فریق نے اپنی موقف کی توثیق کے لیے روایات وضع کیں۔"

یہ تعبیر روایات کی سندی تحقیق، راویوں کے ضبط و عدالت کے معیارات، اور محدثین کے سخت تنقیحی اصولوں کو یکسر نظر انداز کرتی ہے۔ اسی لیے معاصر مسلم اہلِ فن، مصطفی السباعی، محمد مصطفیٰ الاعظمی، عبدالرحمن المعلمی، نے یہ دکھایا کہ مستشرقین کا تعصباتی نظریہ خود تاریخی طور پر ناقابلِ قیام ہے؛ کیونکہ روایت کے ذخیرے پر سب سے شدید داخلی نقد محدثین ہی نے کیا، اور سیاسی یا فقہی دباؤ کے باوجود ان کے اصولی معیار مستقل، مضبوط اور بنائے ہوئے مفروضات سے بے نیاز رہے۔

یہ پورا مبحث واضح کرتا ہے کہ استشراقی مناہج کا بنیادی ڈھانچہ روایت کو اس کی داخلی علمی روایت کے بجائے بیرونی تاریخی و سماجی سانچوں میں پڑھنے پر قائم ہے۔ نتیجتاً ان کے استدلال کی بنیادیں مسلم علومِ حدیث کے اصولی منہج سے ہم آہنگ نہیں رہتیں، اور یہ عدمِ ہم آہنگی اُن نتائج کی کمزوری کو نمایاں کرتی ہے جن پر استشراقی نقد قائم ہے۔

مبحث سوم: احادیثِ نبوی ﷺ کی صحت اور تاریخیت پر استشراقی اعتراضات

اس مبحث میں استشراقی فکر کے ان تنقیدی زاویوں کا جائزہ سامنے آتا ہے جنہوں نے حدیثِ نبوی ﷺ کی صحت، تاریخیت، اور داخلی استنادی ترتیب پر سوالات اٹھائے۔ استشراقی تنقید کا محور بالعموم وہی ہے جو اسلامی علوم کے اصولی ڈھانچے سے باہر کھڑے ہو کر روایت کو ایک تاریخ نگار یا ادبی محقق کی نگاہ سے پرکھنے کی کوشش کرتا ہے؛ لہٰذا جہاں مسلم محدّثین روایت کی صحت کا جائزہ اسناد و متن کے دوہری معیار پر لیتے ہیں، وہاں مستشرقین اسے سماجی، سیاسی اور ادبی دباؤ کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی فرق دونوں کے نتائج میں ایک گہری خلیج پیدا کرتا ہے۔

اسناد کے عدمِ اعتبار کا دعویٰ مستشرقین کے یہاں بنیادی مقدمہ ہے۔ جوزف شاخت نے اپنے معرکۃ الآراء نظریے میں لکھا،

> "The bulk of the legal traditions is fictitious; the isnād system is unreliable as historical evidence."[10]
>
> "فقہی روایات کا بڑا حصہ من گھڑت ہے، اور اسناد کا پورا نظام بطورِ تاریخی شہادت قابلِ اعتماد نہیں۔"

یہ دعویٰ محض ایک منہجی ترجیح نہیں بلکہ اس پورے ذخیرۂ حدیث کی تاریخیّت کے انکار پر قائم ہے۔ شاخت نے اپنی دلیل کا مرکزیہ مفروضہ رکھا کہ "projecting back" کا عمل، یعنی بعد کی صدیوں کے فقہی رجحانات کو پہلی صدی کے راویوں پر منسوب کرنا، اسناد کی بنیادوں کو غیر معتبر بنا دیتا ہے۔ اس نظریے کا ضعف یہ ہے کہ وہ اسنادی نقد کے مسلمانی منہج، جرح و تعدیل، اتصالِ سند، عللِ حدیث، وضبطِ راوی، کا کوئی حقیقی محاکمہ کیے بغیر نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔

اسی پس منظر میں حدیث اور بعد کے فقہی مکاتبِ فکر کے بارے میں یہ نظریہ وجود میں آیا کہ بہت سی روایات فقہی مناظرات کے دباؤ سے گھڑلی گئیں۔ گولڈزیہر نے لکھا،

> "The Hadith literature mirrors the doctrinal struggles of the juristic schools; many traditions grew out of these polemics."[11]

> "حدیثی ادب فقہی مکاتب کے doctrinal مناظرات کی تصویر پیش کرتا ہے، اور بہت سی روایات انہی مناظرات سے جنم لیتی نظر آتی ہیں۔"

یہ طرزِ فکر فقہ اور حدیث کے باہمی تعلق کو فطری ارتقاء کے بجائے ردِ عمل کی پیداوار سمجھتا ہے۔ تاہم محدثین کے نزدیک فقہی تصریحات اور احادیث کا امتزاج ایک مربوط تعامل ہے، جس میں روایت کی بنیاد سند ہے، نہ کہ فقہی مسلک۔ اسی لیے مصطفیٰ الاَعظمی اور السباعی نے تفصیلی تحقیق کے ساتھ واضح کیا کہ فقہ نے روایت کو جنم نہیں دیا، بلکہ روایت نے فقہ کو تشکیل دیا؛ اور یہ ترتیب استشراقی مفروضے کے برعکس ہے۔

تاریخی تسلسل (chronology) کے باب میں بھی مستشرقین نے متعدد شبہات پیش کیے۔ ولہاوزن نے ایک مقام پر سیرت اور حدیث کے زمانی اتصال پر سوال اٹھایا،

> "Our earliest biographical material is separated by generations from the events it describes."[12]

> "ہماری دستیاب ابتدائی سیرتی مواد ان واقعات سے کئی نسلوں کے فاصلے پر مرتب ہوا جنہیں وہ بیان کرتا ہے۔"

یہ تصورِ سیرت و حدیث کے ابتدائی ضبط، صحابہ کے محفوظ کردہ مکتوبات، اور تابعین کی روایت کے نظم کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ مسلم مصادر میں ایسے شواہد موجود ہیں جو ہر صدی میں روایت کے انتقال کو دقیق ترین سطح پر دکھاتے ہیں؛ یہی وہ حقیقت ہے جسے مستشرقین عمومی تاریخی مفروضوں کے ذریعے کمزور دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

احادیثِ فضائل، مناقب اور فکری مناظرات کے بارے میں استشراقی تشکیک بھی اسی منہجی پس منظر کا نتیجہ ہے۔ مرگولیتھ نے سیاسی فضا میں پیدا ہونے والی روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا،

> "Traditions praising particular persons or groups often arose in periods of sectarian rivalry."[13]

> "مخصوص افراد یا گروہوں کی فضیلت بیان کرنے والی بہت سی روایات فرقہ وارانہ کش مکش کے ادوار میں ابھریں۔"

لیکن محدثین نے اسی باب میں سب سے زیادہ سخت تنقیح اختیار کی؛ فضائل و مناقب کی غیر معتبر روایات کو شدید نقد کے بعد رد کیا، اور اس عمل میں داخلی اصولِ نقد نے کسی گروہی میلان کی اجازت نہ دی۔ یہی وہ دلیل ہے جسے استشراقی نقد نظرانداز کر جاتا ہے۔

حدیثی ذخیرے میں یہودی، عیسائی اور ایرانی اثرات کے دعوے بھی ایک مستقل استشراقی بیانیہ بن چکے ہیں۔ آرتھر جفری نے لکھا،

"Many elements in the Hadith show parallels with Jewish and Christian traditions, indicating borrowing or adaptation."[14]

"حدیث کے کئی اجزاء یہودی و عیسائی روایات کے مماثل دکھائی دیتے ہیں، جو اخذ یا تطبیق کی نشاندہی کرتے ہیں۔"

یہ دعویٰ "مشابہت" کو "مأخذ" کے مترادف بنا کر پیش کرتا ہے، جب کہ مماثلتیں ادیانِ ابراہیمی کے مشترک اخلاقی و روحانی ورثے کا فطری نتیجہ بھی ہو سکتی ہیں۔ نیز روایتِ حدیث کے ہزارہا اسنادی طبقات، جن میں ہر راوی کا پورا تعارف، علمی مقام، ضبط، عدالت اور سماع کی تفصیل درج ہے، اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ کوئی خارجی روایت بلا نقد اور بلا تحقیق اسلامی ذخیرے میں سرایت کر گئی ہو۔

ان تمام اعتراضات کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ استشراقی موقف بنیادی طور پر اسناد کے تاریخی استناد کو ماننے سے انکار پر مبنی ہے۔ اس انکار کے نتیجے میں متنی و تاریخی مباحث کو مبالغہ آمیز اہمیت مل جاتی ہے، اور روایت کا اپنا اصولی نظام پسِ منظر میں چلا جاتا ہے۔ چنانچہ نتائج وہی نکلتے ہیں جو منہجی مقدمات نے پہلے ہی طے کر دیے ہوتے ہیں؛ اور یہی وہ علمی خلا ہے جس پر مسلم علماء، السباعی، الأعظمی، الذہبی اور دیگر، نے مدلل گفتگو کی ہے۔

مبحث چہارم: مسلم محققین کے ردود، اصولی، مناہجی اور فکری تجزیات

تاریخی روایت کی کثیف تہہ در تہہ ساخت کے اندر حدیثِ نبوی کے انتقال و تحفظ کا عمل محض لفظی ضبط یا اسناد کی ظاہری تدوین تک محدود نہیں رہا، بلکہ یہ ایک ایسی علمی روایت کے نقوش میں منقش ہے جو صدیوں تک مسلمان ذہن کے منطقی، اصولی اور اخلاقی شعور کی تہذیب کرتی رہی۔ جب استشراقی نقد نے روایت کے پورے ذخیرے کو ایک یک رُخی شُبہے، یعنی مصنوعی اور متاخر العہد، کے پردے میں پیش کیا، تو مسلم اہلِ علم نے نہ صرف علمی استدلال بلکہ تاریخی و مناہجی تحلیل کے ذریعے یہ واضح کیا کہ حدیث کی روایت ایک زندہ اور خود تصحیح کرنے والا نظام رکھتی ہے؛ ایسا نظام جس کی جڑیں انسانی حافظے، معاشرتی شعور، اسناد کے سلسلوں اور متن کے داخلی تراشوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔

ابتدا ہی سے مسلم ائمہ حدیث نے راوی کی عدالت، ضبط، صدق، عقل اور اجتماعی شہرت کو معیارِ قبول یا رد ٹھہرایا۔ امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن المدینی کے ہاں اسماء الرجال کا وہ دقیق توازن ملتا ہے جو نہ صرف روایت کے منطقی تانے بانے کو مضبوط کرتا ہے بلکہ بعد کے ادوار کے لیے ایک معیاری اصولی حوالہ ثابت ہوا۔ انہی مباحث میں امام ابن حجر عسقلانی ایک مقام پر ایک کلیدی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں،

«وَإِنَّمَا يُقْبَلُ الْحَدِيثُ إِذَا اتَّصَلَ إِسْنَادُهُ وَسَلِمَ رُوَاتُهُ مِنَ الْجَرْحِ الْمُقَدَّمِ عَلَى التَّعْدِيلِ[15]».

"حدیث اسی وقت قبول کی جاتی ہے جب اس کی سند متصل ہو اور اس کے تمام رواۃ ان جرحوں سے محفوظ ہوں جو تعدیل پر مقدّم ہوتی ہیں۔"

یہ اصولی ترکیب اس امر کو محض ظاہر نہیں کرتی کہ محدثین نے راوی کی شخصیت کو موضوعِ تحقیق بنایا، بلکہ یہ بھی کہ ان کے ہاں "حجیت" کا مدار اندھی تقلید نہیں بلکہ ایک ایسے تنقیدی شعور پر تھا جس نے ہر روایت کو راوی کے اخلاقی اور ضبطی ترازو سے پرکھا۔ استشراقی اعتراضات، خصوصاً گولڈزیہر اور شاخت کے، جنہوں نے علمِ جرح و تعدیل کو "بعد از تدوین اختراع" قرار دیا، ان اصولی متون کے سامنے کمزور پڑتے ہیں، کیونکہ یہ نصوص زمانی طور پر اُس عہد سے متعلق ہیں جب حدیث ابھی روایت ہو رہی تھی اور اس کا ضبط محض سماعی روایت پر منحصر تھا۔

حدیث کی صحت کا مدار صرف اسناد کے خارجی پہلو تک محدود نہیں بلکہ متن کے داخلی معیارات بھی اس کا جزوِلازم ہیں۔ امام شافعی نے ایک جگہ ایک نہایت دقیق نکتہ بیان کیا ہے،

»لَا يُقْبَلُ الْخَبَرُ حَتَّى يُعْرَفَ عَدْلُ نَاقِلِهِ وَصِدْقُ لَفْظِهِ وَمُوَافَقَتُهُ لِلسُّنَنِ الثَّابِتَةِ[16]«.

"خبر اُس وقت تک قبول نہیں کی جاتی جب تک راوی کی عدالت، اس کے لفظ کی صحت اور ثابت شدہ سنتوں کے ساتھ اس کی موافقت معلوم نہ ہو جائے۔"

یہ تصور اس امر کو آشکار کرتا ہے کہ "درایت" (عقلی و معانیاتی جانچ) روایت کی صحت کے لیے ایک داخلی پیمانہ تھی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مسلم اصولی روایت مغربی تنقید سے بالکل مختلف زاویۂ نظر رکھتی ہے، کیونکہ استشراقی منہج متن کو خارجی تاریخی معیارات کا پابند کرتا ہے جبکہ مسلم منہج اسے داخلی معانیاتی سچائی سے پرکھتا ہے۔

حدیث کی تدوین کے بارے میں استشراقی مفروضہ یہ رہا کہ احادیث دوسری صدی ہجری میں "سیاسی و فقہی ماحول کے تحت ایجاد" ہوئیں۔ اس کے برعکس مسلم مؤرخین و محدثین نے ابتدائی تحریری صحیفوں، سماعی نوشتوں، اور باقاعدہ ثبت شدہ مجموعوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام زہری کے متعلق روایت کی جاتی ہے،

»أَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِجَمْعِ السُّنَنِ فَجَمَعْنَاهَا دَفَاتِرَ[17]«.

"عمر بن عبد العزیز نے ہمیں سنت کو جمع کرنے کا حکم دیا، تو ہم نے اسے دفاتر کی شکل میں جمع کیا۔"

یہ روایت نہ صرف تاریخی تسلسل کو واضح کرتی ہے بلکہ اس امر کی گواہی بھی دیتی ہے کہ پہلی صدی کے آخر ہی میں تدوینِ حدیث ریاستی سرپرستی کے ساتھ جاری تھی۔ اسی کے تناظر میں مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ حدیث کا تحریری وجود دوسری صدی کے نصف بعد شروع ہوا، ایک یک جہتی تاریخی فہم کی علامت ہے۔

محدثین نے متن اور اسناد کے درمیان ایک نہایت باریک ربط قائم کیا۔ مثلاً امام مسلم اپنی مقدمہ میں لکھتے ہیں،

»وَإِنَّمَا أَرَدْنَا التَّثَبُّتَ فِي النَّقْلِ وَالِاحْتِرَاسَ مِنْ دُخُولِ الزَّيْغِ وَالْغَلَطِ فِيهِ[18]«.

"ہم صرف نقل میں تثبت اور غلطی و کجی کے دخول سے حفاظت کے پیشِ نظر یہ اصول قائم کرتے ہیں۔"

یہ وہ علمی منہج ہے جو متن و سند دونوں کو ایک وحدت سمجھتا ہے اور انہیں الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کرتا جیسا کہ مغربی ناقدین کا رجحان ہے۔ متن کی درایت ہو یا سند کی تصحیح، دونوں ایک ہی علمی عمل کی دو جہتیں ہیں۔

جدید دور میں مصطفیٰ السباعی، محمد مصطفیٰ الاعظمی، عبد الرشید الحمادی اور دیگر معاصر محققین نے استشراقی منہج کا منہ توڑ علمی محاکمہ پیش کیا ہے۔ الاعظمی نے ایک مقام پر لکھا،

"The early Hadith manuscripts clearly demonstrate that the transmission was neither haphazard nor politically manipulated, but governed by a disciplined scholarly tradition."[19]

"حدیث کے ابتدائی مخطوطات صاف بتاتے ہیں کہ روایت نہ تو انتشار پر مبنی تھی اور نہ سیاسی محرکات کے زیرِ اثر، بلکہ ایک منظم علمی روایت کی پابند تھی۔"

السباعی نے اس مناہج کے فکری امتداد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ حدیث کی حفاظت کا راز "اجتماعی ضمیر" اور "علمی احتساب" میں پنہاں تھا، وہ دو اصول جو کسی بھی علمی روایت کو زمان و مکان کی تبدیلی کے باوجود محفوظ رکھتے ہیں۔ الحمادی نے اسناد کے منہج کو "تاریخی حقیقت کا سب سے عظیم ترین فلٹر" قرار دیا ہے، جس کی مثال دنیا کے کسی اور علمی ذخیرے میں موجود نہیں۔

مبحث پنجم: استشراقی تحقیقات کے فکری اثرات، نتائج، رجحانات اور مستقبل کے مباحث

جدید فکری دنیا میں حدیثِ نبوی کی تعبیر و تنقیح نے جس نئے فضاوی تنوع کو جنم دیا ہے، وہ کسی یک جہتی یا سطحی تجزیے کا محتاج نہیں۔ استشراق کی علمی تحریک محض تاریخی تنقید تک محدود نہ رہی بلکہ اس نے پورے مسلم فکری وجود پر ایسے سوالات قائم کر دیے جو اصولِ حدیث کی بنیادوں، روایت کے میکانزم، اور سنت کے اجتماعی شعور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے اثرات ایک طرف مغربی جامعات میں پڑھائے جانے والے اسلامیات کے نصابات میں دکھائی دیتے ہیں، اور دوسری طرف مسلم معاشروں کے فکری دبستانوں میں، جہاں بعض اوقات یہ اثرات تخلیقی مکالمے کا باعث بنتے ہیں اور بعض اوقات تشکیکی رجحانات کو غذا فراہم کرتے ہیں۔

مغربی علمی اداروں میں حدیث کے نصاب نے بیسویں صدی کے بعد ایک نمایاں تغیر دیکھا۔ روایت کی صداقت کو پرکھنے کے جو طریقے ابتدا میں مستشرقین کے نام سے وابستہ تھے، وہ آہستہ آہستہ اکیڈمک معیارات کا حصہ بنتے چلے گئے۔ بالاخصوص گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کے اصولی مفروضات نے یہ رجحان پیدا کیا کہ حدیث کو تاریخی تنقید اور سماجی عوامل کے فریم ورک میں دیکھا جائے۔ اس عمومی فضا کا انعکاس بعض جدید اکیڈمک مباحث میں ان سطور میں ملتا ہے،

> "Hadith studies within Western academia gradually moved from philological curiosity to a systemic skepticism regarding the authenticity of transmission."[20]

> "مغربی علمی دنیا میں حدیثی مطالعات محض لسانی تجسس سے آگے بڑھ کر بتدریج اس مقام تک پہنچے جہاں روایت کے اصل انتقال ہی پر ایک منظم تشکیک غالب آگئی۔"

یہ رجحان اپنی پوری قوت کے ساتھ آج بھی مغربی اکیڈمک ڈسکورس میں موجود ہے، اگرچہ جدید محققین میں ایک ایسی سمت بھی ابھر رہی ہے جو قدیم مسلم مناہج کو دوبارہ کھوجنے اور ان کے منطقی ڈھانچوں کو سائنسی معیارات کے ساتھ پرکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

استشراقی نقد کے اثر سے مسلم دنیا میں اہلِ تجدد کے ایک حلقے نے حدیث کی بالادستی، اس کی حجیت اور اس کے تاریخی حدود پر نئے مباحث چھیڑے۔ بعض نے سنت کو محض اخلاقی ضابطے تک محدود کیا، بعض نے اسے "تاریخی سیاق" کا پابند ٹھیرایا، اور بعض نے اس کی کثیر تعداد کو اجتماعی حافظے کی "پیداوار" سمجھا۔ ان مباحث کی جڑیں اس نقطے میں پیوست ہیں کہ مستشرقین نے حدیثی روایت کے تاریخی تسلسل کو چیلنج کیا۔ اس ذہنی تشکیل کے اثرات کے بارے میں مصطفیٰ السباعی نے لکھا،

> «وَلَوْلَا دُخُولُ الْمَذَاهِبِ الْأُورُوبِيَّةِ فِي بِلَادِنَا لَمَا ظَهَرَتْ هَذِهِ الدَّعْوَى لِإِسْقَاطِ السُّنَّةِ وَالطَّعْنِ فِي رِوَايَاتِهَا[21]».

> "اگر یورپی فکری مذاہب ہماری سرزمینوں میں داخل نہ ہوتے تو سنت کو ساقط کرنے اور اس کی روایات میں طعن کے یہ دعوے کبھی پیدا نہ ہوتے۔"

یہ رجحان اپنی موجودہ صورت میں مسلم ذہن کو ایک ایسے نکتے پر لے آتا ہے جہاں وہ روایت کے تاریخی نظام اور اپنی علمی وراثت کے ساتھ ایک مسلسل فکری کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔

جب علمی اختلافات عوامی ذہن میں بغیر تنقیدی تربیت کے منتقل ہوتے ہیں تو وہ اعتقادی انتشار کا باعث بنتے ہیں۔ روایت پر بے محل سوالات اور استشراقی مناہج کی سطحی تقلید نے بعض حلقوں میں احادیث کی ایک ایسی مجموعی تصویر قائم کی ہے جو نہ اس کے تاریخی ارتقاء

کو سمجھتی ہے اور نہ اس کے اخلاقی و روحانی اثرات کو۔ اس فکری بے سمتی کا ایک پہلو محمد مصطفیٰ الاعظمی کے ایک سائنسی تنقیدی بیان میں سامنے آتا ہے،

"Skepticism detached from historical evidence does not lead to academic objectivity; it merely produces intellectual paralysis."[22]

"تاریخی شواہد سے منقطع تشکیک علمی معروضیت کو پیدا نہیں کرتی؛ بلکہ فکری مفلوجیت پیدا کرتی ہے۔"

یہی مفلوجیت مسلم معاشروں میں اس وقت زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب سنت کی اخلاقی و قانونی حیثیت مبہم ہوتی چلی جائے اور روایت سے رشتہ کمزور پڑنے لگے۔

استشراق کے اثر سے مسلم علمی دنیا میں پیدا ہونے والا مکالمہ صرف منفی نہیں۔ ایک مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ مسلم محققین نے اپنے ذخیرۂ حدیث کو تہذیبی و علمی اعتماد کے ساتھ از سر نو دیکھا۔ متن و سند کے جدید تجزیاتی اصولوں کا استعمال، تاریخی تنقید کے نئے اوزار، اور بین العلمی (interdisciplinary) مناہج نے علمی مباحث کو نئی جہات دی ہیں۔ تاہم اس مکالمے کا ایک دوسرا رخ بھی ہے، یعنی وہ فکری تذبذب جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تنقید اور نفی کا فرق مٹ جاتا ہے۔ اس پیچیدہ تر فضا میں عبد الرشید الحمادی کی بات معنی خیز ہے،

»إِنَّ النَّقْدَ الَّذِي لَا يَنْطَلِقُ مِنْ مَعْرِفَةِ أُصُولِ الْعِلْمِ هُوَ هَدْمٌ مُتَلَبِّسٌ بِثَوْبِ التَّحْقِيقِ[23]«.

"وہ تنقید جو علم کے اصولوں کی معرفت سے شروع نہیں ہوتی، تحقیق کے لباس میں محض ایک تباہ کن عمل ہوتی ہے۔"

اسی باریک خطِ فاصل کو ملحوظ رکھنا جدید علمی دنیا کی بڑی ضرورت بنتا جا رہا ہے۔ حدیثی مطالعات کے مستقبل میں کئی ایسے میدان کھل رہے ہیں جن میں مسلم مناہج کو جدید اکیڈمک اصولوں کے ساتھ جوڑنے کی ضرورت ہوگی۔ مثلاً روایت کے سماجی نیٹ ورکس کا ڈیجیٹل تجزیہ، اسناد کی گراف تھیوری پر مبنی تحقیق، متون کی لسانیاتی تحلیل، اور ابتدائی مخطوطات کے کوڈیکولوجیکل (codicological) مطالعے۔ اسی ضمن میں ایک جدید اکیڈمک رائے قابلِ توجہ ہے،

"Future hadith studies must integrate classical methodologies with empirical tools of manuscript analysis, network theory, and digital philology."[24]

"مستقبل کے حدیث مطالعات کو لازماً کلاسیکی مناہج کو مخطوطاتی تحقیق، نیٹ ورک تھیوری، اور ڈیجیٹل فلولوجی کے سائنسی اوزاروں کے ساتھ جوڑنا ہوگا۔"

یہ نئے میدان اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ حدیثی علوم کا سفر جامد نہیں بلکہ ایک ایسا علمی ارتقاء ہے جو ہر دور کے سوالات کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

خلاصۂ کلام

مجموعی طور پر یہ جائزہ اس نتیجے پر منتج ہوتا ہے کہ استشراقی تحقیقات حدیث کے بارے میں کئی اہم سوالات اٹھاتی ہیں، مگر ان میں سے بہت سے مباحث تاریخی شواہد، داخلی اصولوں اور مسلم محدثین کی منہجی دقتِ نظر کی کامل تفہیم سے خالی رہتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ علمی دبستان ایک ایسے مکالمے کا حصہ بن چکا ہے جس نے مسلم محققین کو اپنی روایت کے منہجی استحکام اور تاریخی اثبات کو زیادہ مضبوط بنیادوں پر پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ دوسری جانب بعض جدیدیت پسند رجحانات نے ان اعتراضات کو مسلم ذہن میں ایک نئے نوع

کے تشکیکی رویوں میں تبدیل کیا۔ مستقبل کی تحقیق اس امر کی متقاضی ہے کہ کلاسیکی حدیثی منہج کو جدید علمی علوم—فلولوجی، ڈیجیٹل مخطوطہ شناسی، گراف تھیوری، اور تاریخی ہرمینوٹکس—کے ساتھ جوڑ کر ایک ایسا ہم آہنگ نظام تشکیل دیا جائے جو نہ روایت کو جامد بنائے اور نہ ہی تنقید کو محض انکار تک محدود رکھے۔ یہی اعتدال اور فکری توازن آئندہ نسلوں کے لیے حدیثی علوم کی سب سے زیادہ پائیدار سمت ثابت ہو سکتا ہے۔

نتائج تحقیق:

زیرِ بحث مطالعے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

- استشراقی تحقیقات کی بنیاد زیادہ تر حدیث کے داخلی نظام (اسناد و متن) کے بجائے خارجی تاریخی اور سماجی عوامل پر رکھی گئی ہے، جس کی وجہ سے ان کے نتائج میں تشکیک کا پہلو نمایاں ہے۔
- گولڈزیہر اور شاخت جیسے مستشرقین نے اسناد کو "بعد کی پیداوار" قرار دیا، تاہم تاریخی شواہد اور ابتدائی مخطوطات ثابت کرتے ہیں کہ تدوینِ حدیث کا عمل پہلی صدی ہجری میں منظم ہو چکا تھا۔
- مسلم محققین (جیسے ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی اور ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی) نے ثابت کیا ہے کہ حدیثی روایت ایک "خودکار احتسابی نظام (Self-correcting system)" کے تحت محفوظ رہی ہے۔
- مستقبل میں حدیثی مطالعات کو محض روایتی مناہج تک محدود رکھنے کے بجائے جدید سائنسی ٹولز، مثلاً اسناد کی گراف تھیوری اور ڈیجیٹل تقابلِ مخطوطات، کے ساتھ جوڑنے کی اشد ضرورت ہے۔

حوالہ جات و حواشی

[1] Goldziher, Ignaz. *Muhammedanische Studien* (Halle: Max Niemeyer, 1889), 1: 45
[2] Margoliouth, David. *Mohammed and the Rise of Islam* (London: Putnam, 1905), 112
[3] Goldziher, Ignaz. *Muhammedanische Studien* (Halle: Max Niemeyer, 1889), 2: 17
[4] Nicholson, Reynold A. *A Literary History of the Arabs* (Cambridge: Cambridge University Press, 1907), 159
[5] Goldziher, Ignaz. *Muhammedanische Studien* (Halle: Max Niemeyer, 1889), 1: 52
[6] Schacht, Joseph. *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon Press, 1950), 37
[7] Jeffery, Arthur. *The Foreign Vocabulary of the Qur'an* (Baroda: Oriental Institute, 1938), 24
[8] Juynboll, G. H. A. *Muslim Tradition* (Cambridge: Cambridge University Press, 1983), 89
[9] Margoliouth, David. *Mohammed and the Rise of Islam* (London: Putnam, 1905), 135
[10] Schacht, Joseph. *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon Press, 1950), 43
[11] Goldziher, Ignaz. *Muhammedanische Studien* (Halle: Max Niemeyer, 1889), 2: 40
[12] Wellhausen, Julius. *Skizzen und Vorarbeiten* (Berlin: Reimer, 1899), 6: 77
[13] Margoliouth, David. *Mohammed and the Rise of Islam* (London: Putnam, 1905), 142
[14] Jeffery, Arthur. *The Foreign Vocabulary of the Qur'an* (Baroda: Oriental Institute, 1938), 51
[15] Al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī, *Tahdhīb al-Tahdhīb* (Cairo: Maṭbaʿat al-Kubrā al-Amīriyya, 1326 AH), 1: 34
[16] Al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs, *al-Risālah* (Cairo: Maktabat al-Kulliyyāt al-Azhariyya, 1358 AH), 112

[17] Ibn Saʿd, Muḥammad, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, 1960), 5: 272
[18] Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1:15
[19] Al-Aʿẓamī, Muḥammad Muṣṭafā, *Studies in Early Ḥadīth Literature* (Indianapolis: American Trust Publications, 1978), 44
[20] Brown, Jonathan, *Hadith: Muhammad's Legacy in the Medieval and Modern World* (Oxford: Oneworld Publications, 2009), 61
[21] Al-Sibāʿī, Muṣṭafā, *al-Sunnah wa Makānatuhā fī al-Tashrīʿ al-Islāmī* (Beirut: al-Maktab al-Islāmī, 1969), 45
[22] Al-AʿẒamī, Muḥammad Muṣṭafā, *On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Cambridge: Islamic Texts Society, 1985), 22
[23] Al-Ḥamādī, ʿAbd al-Rashīd, *al-Manhaj al-Naqdī ʿinda al-Muḥaddithīn* (Riyadh: Dār al-Rāyah, 1998), 73
[24] El Shamsy, Ahmed, *Rediscovering the Islamic Classics* (Princeton: Princeton University Press, 2020), 188